ایساہی اتفاق ہوا تھا۔ بارش کے ایام میں گاؤں گاؤں پھرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ نیز زمیندار لوگ عموماً فصلوں کے کاٹنے اور غلہ جمع کرنے کے کام میں بہت مصروف ہیں اس واسطے میں نے ارادہ کیا ہے کہ ضلع جالندھر کے بعض مقامات کا دورہ کرکے جو یہاں سے قریب ہیں۔ سردست دورے کو ملتوی کرکے واپس دارالامان چلا جاؤں۔ سردست التوا کے واسطے بعض دیگر وجوہات بھی ہیں جن کے اس جگہ بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ اگر یہ صلاح پختہ ہوگئی تو میں انشاء اللہ پندرہ بیس مئی تک قادیان پہونچوں گا اور میں سردست کچھ کہہ نہیں سکتا کہ پھر دوبارہ دورہ کب تک شروع ہو یا نہ ہو اس کا قادیان پہونچکر انشاء اللہ فیصلہ ہوسکے گا۔

لودہی ننگل گذشتہ اخبارات میں میرے امرتسر سے لودہی ننگل جانے کا ذکر ہوچکا ہے۔ لودہی ننگل میں مولوی نور احمد صاحب سے ملاقات ہوئی جن سے حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود کا وہ نامہ منظوم ملا جو کہ پچھلے اخبار میں شائع ہوچکا ہے مولوی صاحب موصوف کی تبلیغ کے ذریعہ سے اس جگہ اور اس کے گرد و نواح میں بہت سے آدمی جماعت میں شامل ہیں۔ جمعہ کی نماز اور گرد کے گاؤں سے لوگ اسی جگہ آکر پڑھتے ہیں ایک جمعہ میں نے پڑھایا۔ آدمی کثرت سے جمع ہوئے جن میں سے اکثر غیر احمدی تھے مگر غور سے سب باتیں سنتے رہے اور بعد جمعہ بعض جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے اور انہوں نے بیعت کا خط حضرت کی خدمت میں لکھا۔

مولوی نور احمد صاحب نے فتحگڈہ کے مولویوں کے ساتھ بارہا مباحثات کئے اور ایک دفعہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو بھی آپ کے ساتھ مباحثہ کرنے کے واسطے وہاں کے غیر احمدی بلا لائے تھے جو کچھ سوال و جواب ہوئے انہیں سے بعض کی نقلیں میں نے مولوی صاحب موصوف کے پاس دیکھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ تقوےٰ کو مدنظر رکھکر بہت ہی مدلل جواب مخالفین کو دیتے ہیں اور مخالفین کبھی کسی موقعہ پر مولوی صاحب پر غالب نہ ہوسکے بعض دفعہ مولویصاحب پر مقدمات بھی مخالفانہ جوش میں بنائے گئے۔ مگر خدا تعالیٰ نے ہمیشہ انہیں باعزت فتحدی۔

تیجہ کلاں ایک رات میں لودہی ننگل میں رہا اور ایک شب تیجہ کلاں میں۔ جہاں میاں عبد اللہ میاں عبد العزیز اور ان کے فرزند ارجمند میاں اسد اللہ صاحب رہتے ہیں اور احمدی جماعت کے قریب ۳۲ نفر ہیں اس جگہ دو دفعہ وعظ ہوا چند نو مریدین داخل سلسلہ احمدیہ ہوئے اس جگہ کے میاں عبد اللہ صاحب کچھ بیمار رہتے ہیں سب دوستوں کی خدمت میں التماس ہے کہ ان کے واسطے دعا فرماویں۔

انجمن لودہی ننگل - لودہی ننگل میں ایک انجمن بنائی گئی۔ جس کے متعلق تیجہ کلاں۔ فتحگڈہ۔ چک اسکندر۔ بدو دال تلونڈی راماں۔ کٹھالہ میاں مٹھا اور کھوکھر میں کی جماعتیں آ گئیں۔ اس انجمن کے سکرٹری منشی اسد اللہ صاحب اور ... پریزیڈنٹ مولوی نور احمد صاحب مقرر ہوئے یہ تمام گاؤں لودہی ننگل کے قریب ہیں اور ان میں سے اکثر آدمی عاجز کی ملاقات کے واسطے لودہی ننگل تشریف لائے۔

فتحگڈھ فتحگڈھ میں صرف ایک گھر احمدیوں کا ہے میاں عبد القادر صاحب اپنی بیوی اور لڑکے اور لڑکی سمیت ... بہت پُرجوش احمدی ہیں۔ اس جگہ کئی ایک وہابی اور حنفی مولوی ہیں ان میں سے بعض بالخصوص وہابی صاحبان میاں عبد القادر کو بہت تنگ کرتے رہتے ہیں مگر وہ ہمیشہ ان کو ایسے مدلل جواب دیتے ہیں کہ بغیر خاموشی کے انہیں چارہ نہیں۔ میاں عبد القادر صاحب کا بیان ہے کہ میرے واسطے اول محرک حضرت مرزا صاحب کی طرف توجہ کرنے کا مولوی محمد حسین صاحب کا رسالہ اشاعۃ السنہ ہوا تھا۔ مولوی صاحب نے جبکہ حضرت کی مخالفت شروع کی اور میں نے اسے رسالہ اشاعۃ السنہ میں پڑھا تو مجھے خیال ہوا کہ مرزا صاحب کے حالات سے آگاہی حاصل کرنے کے واسطے ان کی کتابیں بھی پڑھنی چاہئیں۔ اس طرح رفتہ رفتہ جب حق مجھ پر کھل گیا۔ تو میں نے اس سلسلہ کو قبول کرلیا۔

مولویت زمانہ کا نمونہ اسجگہ کے ایک حنفی مولوی محمد اشرف صاحب عاجز کی ملاقات کے واسطے تشریف لائے تھے بہت اخلاص سے پیش آئے اور حضرت مرزا صاحب کے اخلاق حسنہ کی تعریف کرتے رہے اور سلسلہ حقہ کے حالات سنتے رہے ان کے سوا کسی دوسرے مولوی سے میری ملاقات اس جگہ نہیں ہوئی۔ البتہ ایک وہابی مولویصاحب کے دو واقعات عجیب میں نے سنے ہیں جن کا بیان کرنا ناظرین کی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ ایک تو یہ کہ وہ مولوی صاحب ہمارے دوست میاں عبد القادر صاحب کے ساتھ وفات مسیح پر گفتگو کر رہے تھے مولوی صاحب نے کیا چالاکی کی کہ ایک تفسیر لیکر رفع عیسیٰ کے متعلق جو الفاظ تھے اون کو قرآن شریف کی آیات ظاہر کرکے پڑھنا شروع کیا۔ جس پر ایک حافظ نے پبلک کے سامنے ان کا پردہ فاش کر دیا اور سخت شرمندہ کر دیا۔ دوسرا واقعہ بھی انہیں کا ہے۔ ایک مباحثہ میں جو کہ وہ ہمارے دوست مولوی نور احمد صاحب کے ساتھ کر رہے تھے بعض تاویلات حقہ اور صحیحہ سن کر فرمانے لگے کہ ایسی تفسیریں تو میں بھی کر سکتا ہوں جب انہیں کہا گیا کہ کرکے دکھاؤ تو یوں دُر افشاں ہوئے کہ بسم اللہ کے معنے ہیں کان گوہ لہا گیا۔ (کان پنجابی کوے کو کہتے ہیں) یہ ہے نمونہ ان مولوی صاحبان کا اور ان کی اس عزت کا جو کہ وہ قرآن شریف کی کر رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ رحم فرماوے

چک اسکندر - فتح گڑھ سے عاجز ایک شب کے واسطے چک اسکندر گیا جہاں ہمارے میاں قادر بخش اور ان کے فرزند میاں اللہ دتا سواری لے کر لودہی ننگل تک آ گئے۔ مولوی نور احمد صاحب فتحگڈہ تک مشایعت کے واسطے آئے وہاں کے مولوی صاحبان اور ایک حکیم صاحب کی طرف سے کچھ پیغام آتے رہے جو انشاء اللہ اگلے نمبر میں درج کئے جائینگے چک اسکندر میں عاجز ایک شب رہا اور وعظ کہا گیا۔ بزرگ کے واسطے بھی خرید لی ہے۔ وعظ کے بعد چند لوگوں نے کچھ سوالات کئے جن کا ذکر انشاء اللہ اگلی اخبار میں درج کیا جاویگا۔

تمت کلمۃ ربک صدقاً و عدلاً سیدنا حضرت مسیح موعود نے ۴ مئی کو ایک اشتہار دیا تھا جس کے مقصد ذیل فقرے تھے (۱) "سلطان روم کی سلطنت کی حالت اچھی نہیں ہے اور میں کشفی طریق سے اس کے ارکان کی حالت اچھی نہیں دیکھتا اور میرے نزدیک ان حالتوں کے ساتھ انجام اچھا نہیں"۔ (۲) "ترکی گورنمنٹ کے شیرازہ میں ایسے دہاگے ہیں جو وقت پر ٹوٹنے والے اور غداری سرشت ظاہر کرنے والے ہیں"۔ (۳) "وہ مسلمانوں میں سے جو مجھ سے علیحدہ رہے گا وہ کاٹا جاویگا بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ"۔ کو زیر نظر رکھکر جب ہم اس خبر کو پڑھتے ہیں کہ آخر انجمن اتحاد و ترقی غالب آئی اور اس نے دار الخلافہ پر قبضہ پاکر سلطان عبد الحمید کو معزول کر دیا اور اس کی بجائے رشاد آفندی سلطان کا چچازاد بھائی محمد خامس کے نام سے تخت نشین ہوا تو بے اختیار ہم سبحٰن ربنا ان کان وعد ربنا لمفعولاً کہتے ہوئے سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ ۳۳ سال جس دانشمندی اور تدبر سے سلطان نے حکومت کی اور اپنی قوم کو غیر مسلم سلطنتوں سے بچایا اس کا صلہ جو قوم نے دیا وہ نہایت ہی افسوسناک اور قابل عبرت ہے مگر ہم یقین کرتے ہیں کہ اس تغیر و تبدل میں اس علیم و حکیم خدا کی ایک خاص حکمت ضرور ہی ہے۔

۲۔ ہمعصر الحکم راوی ہے کہ قادیان تک ایک تنگ پٹڑی کی ریل مشترکہ سرمایہ سے بنائے جانے کی تجویز ہے۔ (۳) نوجوان ترکی پارٹی نے سلطان کی تنخواہ ۲۵ ہزار ترکی پونڈ قرار دی (ماہوار) دیگر ممبران کو علاوہ دینا ہوگا۔ (۴) شاہ ایران نے اپنے وزیر اعظم اور وزیر جنگ کو موقوف کر دیا اپنے چچا نائب سلطنت کو مقرر کیا ہے (۵) دونوں عہدے انہیں کو دئے یہ اصلاح پارلیمنٹ کے مخالف ہیں لہذا اس تقرر پر سب ناراض ہیں۔ (۶) روسی فوج تبریز میں آ پہونچی باشندوں نے بڑی خوشی سے ان کا خیر مقدم کیا اب کشت و خون نہ ہوگا (۷) چیفکورٹ پنجاب میں گرما کی تعطیلیں ۱۹۔ اگست سے شروع ہونگی اور ۱۹ اکتوبر کو ختم ہونگی اور ۲۰۔ اکتوبر کو اجلاس کیا جاویگا (۸) معزول شدہ سلطان عبد الحمید بدھ وار رات کو سالونیکا میں پہونچے سپہ سالار کے گھر پہنچائے گئے (۹) ولایت عدانہ میں جو لوگ قتل و غارت کئے گئے ان کی تعداد تیس ہزار ہے

ہو تک (اندازہ کی جاتی ہے ۱۰) پچھلے دنوں میں کشمیر میں دو سخت حادثے وقوع میں آئے۔ پہلا حادثہ جمعرات ۲۲ اپریل کو تھا۔ اس روز دربار کا عظیم الشان دُخانی ڈریجر بارہ مولہ میں دریا کی درستی کے کام پر لگایا

مکتوبات امیر المومنین

٭

ہنیاً لارباب النعیم نعیمہا
وللعاشق المسکین ما یتجرع

مولنا النواب۔ المعظم الکرم بالقابہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بجواب کرمت نامہ باادب گذارش ہے۔ ایسے علماء کا ذکر جنھوں نے رد نصاریٰ دآریہ پر قلم اٹھایا صرف اس لئے تھا کہ حضور نے اس مقام پر یہ لکھا تھا کہ مسیحی مشنری ہندوستان میں آئے ان کے مقابل مسلمانوں نے کیا کیا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''لئن شکرتم لازیدنکم۔ یہاں لازیدنکم کا لام اور نون مشدد۔ قابل غور ہیں۔ مگر عالیجاہا حضور نے صاف لکھا ہے کہ یہی ایک خدمت علماء سے اگر ہوئی تو کیا ہوئی'' حضرت نواب یہ کلمہ شکرگذاری کا نہیں۔ اس ملک میں ہزاروں ہزار آدمی صرف ان مناظروں کے باعث عیسائی ہونے سے بچ گئے والحمد للہ رب العلمین۔ بُرے چلن اور اخلاق ذمیمہ خصائل رذیلہ کا استیصال علوم حقہ سے قابل قدر سر سید کی کوششیں ہمارے سامنے ہیں مگر ان کے دار الاقامۃ میں ایک ایمان باللہ ورسلہ۔ اقامۃ الصلوٰۃ۔ و ایتاء الزکوٰۃ۔ پابندی صوم و حج کا جو حال ہے وہ جناب عالی اور ہم لوگوں سے مخفی نہیں۔ بھلائی بھلائی ہے اور ضرور ہے مگر ایمانی جوش اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع وہاں ہنوز دہلی دور است۔ کسی محسن کی احسان فراموشی کفران نعمت ہے۔ مجھ خاکسار کی سید سے خط و کتابت رہی ہے۔ میں نے انکو ایک بار کسی تقریب پر عرض کیا تھا۔ جاہل علم پڑھ کر عالم بنتا ہے اور عالم ترقی کرکے حکیم ہو جاتا ہے۔ حکیم ترقی کرتے کرتے صوفی بن جاتا ہے۔ مگر جب صوفی ترقی کرتا ہے تو کیا بنتا ہے قابل غور ہے۔ جس کے جواب میں سر سید نے لکھا کہ وہ نورالدین بنتا ہے غرض اس کہانی سے صرف یہ ہے کہ ہم ان سے اور وہ ہم سے بے خبر نہ تھے جناب نے تکلیف فرما کر ان کا ذکر کیا اور ان کے ذکر پر زور دیا ہے اس لئے تعارف کا تذکرہ کر دیا ہے۔

جناب عالی۔ مولوی بارہ لاکھ روپیہ جمع کریگا تو افسوس ہے کہ وہ مولوی آپ کی نگاہ میں مولوی نہ رہے گا۔ مہدی علی مولوی تھے۔ چراغ علی مولوی تھے۔ عماد علماء لکھنو مولوی تھے۔ مگر جب روپیہ آیا۔ تو نواب محسن الملک۔ ممتاز جنگ۔ قبلہ وکعبہ۔ سرکار دولتمدار۔ مجتہد العصر ہو گئے۔ آخر میں مولوی صدیق حسن گذرے ہیں۔ روپیہ آیا تو نواب کہلائے۔ صدیق تخلص اوڑھا دیا اور نواب اس کے قائم مقام ہو گیا۔ بھلا یہ خاکسار لاکھوں والے لوگوں کو مولوی کہہ سکتا ہے۔ ہرگز ہرگز نہیں۔ مولوی تحقیر کا کلمہ ہے اور آپکے نزدیک بھی! بلکہ مجھے تو تعجب ہوا ہے کہ ملازمان والا نے صاحب عصر جدید اور مہتمم ندوۃ العلماء۔ دونوں کے نام پر مولوی کا لفظ لکھدیا ہے۔ شبلی صاحب کا سفرنامہ حضور نے غور سے نہیں پڑھا۔ والا اس میں مولوی لفظ کی جو مٹی پلید کی ہے اسے پڑھ کر آپ ضرور ہنستے۔ اور یہ امرا کا مشغلہ ہے اگر یہی تدبیریں قومی ترقی کی ہیں۔ جو حضور نے لکھی ہیں تو بے ادبی معاف ہو۔ آپ کا محمڈن کالج۔ آکسفورڈ۔ کیمبرج کا مقابلہ نہ کریگا امریکہ جرمن کی یونیورسٹیاں فراموش ہوں۔ پس اسلام درگور رہا بلکہ ہندوستان سے اسلام کا مقابلہ محال ہے۔ جس قدر آپ ترقی کریں کرلیں۔ یورپ و امریکہ کو چھوڑ ہندوؤں سے مقابلہ بھی خواب وخیال ہوگا۔ اسلام مال سے نہیں اخلاص سے ترقی کرچکا اور کرے گا۔ ایمان واعمال صالح سے وابستہ ہے۔

مجھے حضور نے دو لاکھ جمع کرنے کی ترغیب فرمائی ہے۔ آپ نواب۔ رئیس اعظم۔ ہونہار۔ نوجوان۔ لاکھوں جمع کرنے والوں کے فدائی۔ فدا مجھ غریب کی سنئے۔ قرآن کریم فرماتا ہے '' وکذالک جعلنا فی کل قریۃ اکابر مجرمیھا۔ اور فرماتا ہے '' وما نریٰک اتبعک الا الذین ھم اراذلنا بادی الرای '' اور فرماتا ہے کہ لوگ کہتے ہیں۔ علے رجل من القریتین عظیم۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے علم دِ فضل بخشا ہے اور مال کو اللہ تعالیٰ نے خیر و فضل فرمایا ہے اور ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاخرۃ حسنۃ ابوالحنفاء نے دعا سکھائی ہے اور ہم مانگتے ہیں۔ گو سر سید دعا کا نتیجہ حصول مراد نہیں مانتے تھے مگر میں بخلاف ان کے دعا کو سبب حصول مرادات مانتا ہوں۔ ایک پیسہ جمع کرنا بھی ناپسند کرتا ہوں اور واقع ہے کہ باوجود اس کے سر سید بھی میری عزت کرتے تھے اور بہت کرتے تھے۔ محسن الملک اور ان کے بازو بھی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ حضور کسی امام ومصنف کا نام اسلام میں بتا سکتے ہیں جس نے ان روپیوں کے ذریعہ اسلام کو دنیا میں پھیلایا لائبریری کا عالیجاہا آپ کو شوق ہے۔ اگر صرف ہندوستان میں صرف میری لائبریری ہے جیسے سر سید احمد خان اور مولانا شبلی نے بحمد اللہ ضرور فائدہ اٹھایا ہوگا یا ہے۔ ایک تو دنیا سے چل بسے۔ دوسرے موجود ہیں۔ آپ ان سے دریافت فرما سکتے ہیں۔

آہ! آپ کو کون بتاوے کہ پراگندہ روزی پراگندہ دل!!

شب چو عقد نماز مے بندم

چہ خورد بامداد فرزندم

بالعموم صحیح نہیں۔ غالباً میں نے جناب کا عزیز وقت بہت لیا اگر آپ میرا عریضہ پڑھ لینگے۔ اور اگر سکرٹری صاحب نے ردیات میں ڈالدیا یا خلاصہ سنا دیا تو میرا اظہار انشاء اللہ ضائع نہ ہوگا۔

نورالدین۔ ۲۲۔ مارچ سنہ ۹ء

ترانۂ اکمل

٭

بیابانوں میں رہتا ہوں مجھے گھر بار کیا کرنا
مسافر ہوں میں دو دن کا تو اتنا بار کیا کرنا

سر تسلیم خم ہے دیکھئے کیا ہو میں حاضر ہوں
جو ہو تیار مرنے پر اُسے تیار کیا کرنا

سیہ کاروں خطاکاروں گنہگاروں کو اے مولیٰ
ترے دربار میں جُز توبہ استغفار کیا کرنا

کہیں کافر اذیت دیں گلا کاٹیں کہ پھانسی دیں
جو تیرے ہو چکے مرزا تو پھر انکار کیا کرنا

وفاداری پہ ہیں نازاں۔ یہ ہے قول جوانمرداں
جو پورا ہی نہ کرنا ہو۔ تو وہ اقرار کیا کرنا

پڑے ہیں جان کے لالے کھلے ہیں تیر سینوں میں
ہزاروں چھید دل میں ہیں کرے۔ مجھے گلزار کیا کرنا

محبت کیجیو اس سے۔ کبھی ہنس بول لیں جس سے
بتان سنگدل پتھر ہیں۔ ان سے پیار کیا کرنا

مری گردن قاطع ہی۔ سر دشمن اڑاتی ہے
مرادم ہی دم شمشیر ہے۔ تلوار کیا کرنا

مرے کو مارنا کوئی جواں مردی نہیں ہوتی
جو تیغ عشق کا کشتہ ہو۔ اس پر وار کیا کرنا

کہاں کی دوستی کیسی محبت۔ دشمنی ٹھہری
لگا کر دل بتوں سے اپنا دل بیزار کیا کرنا

بچھے ہیں جادۂ عشق بتاں میں سینکڑوں کانٹے
برہنہ پا کو سیر وادی پُر خار کیا کرنا

تپ فرقت کے مارے تھک کے اس کوچے میں آ بیٹھے
ہمیں اے جان بغیر از سایۂ دیوار کیا کرنا

عدو اچھا ہے اس سے دشمنی تو کھل کے کرتا ہے
جو دلداری نہ کر سکتا ہو وہ دلدار کیا کرنا

جو لڑنا ہو تو لڑ۔ تو نفس امارہ سے آ بھائی
ابھی جنگل میں جا کر شیر سے پیکار کیا کرنا

مجھے وہ چاہیئے نشہ نہ مرنے تک بھی جو اترے
گھڑی دو کے لئے اپنے تئیں سرشار کیا کرنا

مجھے اس خود فراموشی کی کیفیت میں رہنے دو
بنے ہو بے خودی جبی اُسے ہشیار کیا کرنا

حکایت بود بے پایاں بخاموشی ادا کردم
گزرتی ہے جو اس دل پر اُسے اظہار کیا کرنا

تجھے اس تنگنائے دہر میں خستہ جگر اکمل
بجز یادِ غلام احمد مختار کیا کرنا

ایڈیٹوریل

معلمین

تمام محکموں کے سرچشمہ جس فرقہ کا احسان ہے وہ یہی مظلوم فرقہ ہے۔ افسوس کہ ان کی بہت کم قدر کی جاتی ہے۔ پیسہ اخبار نے مدرسین کے متعلق مفید مندرجہ ذیل باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے جس کی ہم بھی بڑے زور سے تائید کرتے ہیں (۱) بجائے پراگندہ کتابوں کے اردو۔ کھیتی کی کتاب۔ طریق الصحت۔ الیس ضخیم اور مختلف کتابیں ہوں ایک ہی جامع کورس ہونا چاہیئے۔ جو ۲۵۰ صفحہ سے زائد نہ ہو (۲) خط وکتابت کا سکھانا بہت ہی ضروری ہے۔ مگر جو طرز تعلیم اختیار کیا گیا ہے وہ مفید نہیں۔ بلکہ چاہیئے کہ لڑکے گھر سے خط لکھ کر لفافوں میں بند کر کے بامسادہ کارڈوں پر لکھ کر لائیں تاکہ عملی طور پر وہ خط لکھنا سیکھیں (۳) لڑکوں کے لئے اخلاقی کورس بہت ضروری ہے جس میں انہیں کسی مجلس میں بیٹھنے بات چیت کرنے۔ دعوت کھانے۔ کسی کو دوست بنانے کسی سے ملاقات کرنے۔ بڑوں امیروں سے تعلقات قائم کرنے اور دیگر امور متعلقہ تہذیب کو سکھایا جاوے۔ (۴) ان کے لئے پنشن مقرر ہو اور پنشن کے ساتھ انہیں عرضی نویسی اپیل نویسی وغیرہ کی اجازت دی جاوے (۵) سائر خرچ خط وکتابت کے متعلق مدرسوں کو بہت کم ملتا ہے (۶) تحصیلدار وغیرہ جب معائنہ کو آئیں تو انہیں لڑکوں کا امتحان لینے کی ضرورت نہیں وہ عام انتظامی حالت کو دیکھیں۔ اگر سکول کے اردگرد کوئی چیز خلاف صحت ہو یا لڑکے کم ہوں یا بلڈنگ میں کچھ اصلاح طلب بات ہو تو اس کے متعلق نمبردار کو ہدایت کریں۔ بلکہ چونکہ نمبردار مدرسوں کی ماتحت ہیں اور لیاقی کا کام نمبرداروں کی معرفت کرایا جارہا ہے۔ تو خرچ میں بہت کچھ تخفیف ہوسکتی ہے (۷) مدرسین کی تنخواہ ایسی کم ہے۔ کہ اس میں ایک صاحب اہل وعیال گزارہ ہی نہیں کرسکتا۔ چہ جائیکہ اپنی سفید پوشی کو قائم رکھ سکے۔ دس یا بارہ تنخواہ اول مدرس کی اور پھر ایسے مدرس کی جو بیس سال سے ملازم چلا آتا ہو۔ گمان تک ترین قیاس کہی جاسکتی ہے۔

صاعقۂ ذوالجلال بر نخل دہرم پال

دہرم پال نے اپنے خیالات کی شکل میں ایک کاغذی نخل لگایا۔ جس کے جلانے کے لئے ایک معمولی دیا سلائی کافی تھی۔ مگر ہمارے غیور دوست قاسم علی کی پُرجوش طبیعت نے اس پر صاعقہ گرایا اور صاعقہ بھی صاعقۂ ذوالجلال۔ اسم بید بے ثمر میں پھل تو پہلے ہی نہ تھا پھولوں کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ ہاں کانٹے بہت تھے جن کو ایک دم جلا کر راکھ کر دیا گیا۔ سب سے بڑا اعتراض نکاح زینب پر تھا جسے نہایت دل دکھانے والی طرز میں دہرم پال نے پیش کیا۔ ہمارے غیرت بردار قاسم علی نے اس کا دندان شکن جواب دیا ہے۔

آپ نے اس بات کو [illegible] بتایا ہے کہ زینب آپ کی قریبی رشتہ دار تھی [illegible] اس کا نکاح زید سے جو اس کے رشتہ داروں کی اس اسکیم کے تحت آنحضرت ہی نے ہو۔ غلاموں کو سوسائٹی میں ایک وقعت دینے کے لئے بعض مصلحتوں کے سبب وحی الٰہی کی ماتحت کر دیا تھا۔ لیکن جب زید کی طبیعت نہیں ملی تو وہ طلاق دینے پر تیار ہوگیا آپ نے اسے امسک علیک زوجک واتق اللہ کا وعظ کیا یہ فقرہ اس انسان کی زبان سے اس قوت وشوکت کے ساتھ نہیں نکل سکتا جس کے دل میں کچھ کھوٹ یا اپنی خود غرضی ہو آنحضرت صلعم اگر اس سے نکاح کرنا چاہتے یا آپ کے زینب کی نسبت وہ خیالات ہوتے جو دہرم پال کی شریر طبیعت کا نتیجہ ہیں تو آپ پہلے ہی اس نکاح کیوں نہ کر لیتے جب کہ خود زینب اور اس کے رشتہ داروں کی طرف سے بھی درخواست پیش ہوئی تھی پھر آیت زوجنکھا اور ما کان علی النبی من حرج فیما فرض اللہ لہ اس بات کا ثبوت ہیں کہ اس نکاح میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اپنی خواہش کوئی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق اول سے آخر تک کارروائی ہوئی۔ وکان امر اللہ قدراً مقدوراً زید سے نکاح بھی وحی الٰہی کی ماتحت کرایا گیا۔ پھر آپ نے ہی نکاح اسی وحی کی ماتحت کیا حکمت یہ تھی۔ ’’لکیلا یکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیاءہم‘‘ منہ بولے بیٹوں کی بیبیاں نکاح کرنے کے جواز میں مومنوں کے لئے ایک نظیر قائم ہو جاوے نے لفظ عقلی دلائل سے بھی کام لیا ہے۔ کہ اگر آپ یہ نکاح خفیہ کرتے تو ولیمہ کیوں اتنی دہوم دہام سے کرتے اور پھر اگر خاص شوق سے کیا تو دوسری بیبیوں سے کچھ امتیاز دیتے اور اگر اس میں کچھ بدنیتی کا دخل تھا تو مرید ومرشد کا علاقہ بہت نازک ہوتا ہے وہ کیوں کر قائم رہتا صحابہ ایک باغیرت قوم سے تھے وہ دشمنانِ جو لاہے اندیشوں کی قرزندیں تھے۔

غرض رسالہ دشمن کی افواج شبہات کے لئے ایک خوفناک رسالہ ہے۔ جس نے کفر وشرک بغض وحسد شرارت وضرررسانی کی زرہ نما دروغ کا تانا بانا ادھیڑ کر رکھ دیا ہے۔ کیوں نہ ہو۔ آخر میرے مکرم مخدوم مولوی محمد علی صاحب۔ ایم اے نے ریویو میں اس پر ایک سیر کن بحث کی ہے جس سے ہمارے غیور انشار پرداز دوست کو بہت مدد ملی ہے۔ ہم یہ بھی ظاہر کر دینا چاہتے ہیں کہ زبان کی شستگی سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس رسالہ کا مؤلف کوئی ہندوستانی ہے مگر یہ بات صحیح نہیں۔ قاسم علی سیالکوٹ کے رہنے والے ہیں اور یہ پنجابیوں کا حصہ ہے کہ وہ جس زبان میں تصنیف کرتے ہیں اہل زبان کا ناطقہ بند کر دیتے ہیں۔ اصل میں ہندوستانی دماغ کا زور محض زبان پر ہے۔ مگر پنجابیوں کو اور پھر اس میں بعض خاص اضلاع مثل سیالکوٹ۔ گجرات کے اہل قلم کو خدا نے وہ دماغ عطا کیا ہے۔ کہ جب کچھ لکھنے بیٹھتے ہیں۔ تو بس ختم ہی کر دیتے ہیں۔ ہندوستانی پنجابیوں کی صحبت برسوں رہیں۔ پنجابی کا ایک لفظ تک [illegible] تو درکنار پنجابی سمجھ بھی نہیں سکتے۔ مگر پنجابی دو سال بھی ہندوستان میں آئیں تو ان کا لہجہ تک اہل زبان کی مثل ہو جاتا ہے۔ آج تک جس قدر اردو میں قابل قدر تصانیف ہوئی ہیں انہیں میں سے اکثر حصہ ہمارے پنجابی دوستوں کا ہے [illegible] قرآن کا پاک [illegible] بھی پنجاب کے ایک گاؤں کا رہنے والا [illegible] جواہرات کو اس نے اردو کے خزانہ میں اضافہ کیا ہے [illegible] مالا مال کر گیا ہے۔ یہ میں نے اس لئے بیان کیا کہ ہندوستانی اگر کچھ لکھتے بھی ہیں تو ایک معمولی بات کو [illegible] جو دو سطروں میں آسکتی ہے دو سو ورق [illegible] کر دیتے ہیں .. .. مگر پنجابی خدا کے فضل سے جب کبھی کوئی کتاب لکھتے تو از سرتا پا مغز ہی مغز ہوتی ہے۔ میں اس کے ساتھ دو [illegible] پیش کرتا ہوں۔ [illegible] پنجابی [illegible]

یہ رسالہ [illegible] صفحہ حجم [illegible] کاغذ وچھپائی دکانداروں [illegible] فرید آبادی کرہ تکشن ریتی ایجنسی دہلی سے بقیمت [illegible] ملتا ہے۔

آریہ کہاں سے آئے

آتش پرستوں یعنی مجوسیوں کا اعتقاد ہے کہ تمام آسمان اور ستارے نور مجرد ساختہ ذات واجب الوجود کے عکس (سایہ) ہیں۔ چنانچہ آتش پرستوں کے زمانہ حکومت میں ہفت ہیکل یا ہفت پیکر کے نام سے سات بتخانے ایران میں بت پرستوں کے نہایت شان وشوکت کے ساتھ موجود تھے جن کے نام یہ تھے۔

پیکرشت کیوان۔ (قدیم فارسی میں شت کا لفظ حضرت یا عالی جناب کی بجائے استعمال ہوتا تھا) اس بت خانہ میں زحل کی تصویر تھی۔

پیکرشت ہرمزد۔ یہ مشتری کی پرستش گاہ تھا۔

پیکرشت بہرام۔ بتخانہ مریخ۔

پیکرشت آفتاب۔ بتخانہ آفتاب۔

پیکرشت ناہید۔ بت خانہ زہرہ۔

پیکرشت تیر۔ بت خانہ عطارد۔

پیکرشت ماہ۔ بت خانہ قمر۔

اسی طرح آتش پرستوں کے سات عظیم الشان آتشکدے تھے جن کے نام اس طرح تھے۔

کیوان آذر۔ ہرمز آذر۔ بہرام آذر۔ ہور آذر۔ ناہید آذر۔ تیر آذر۔ ماہ آذر۔ جن لوگوں نے قدیم زمانہ میں ہندوستان کو فتح کیا اور غیر آریوں کو پہاڑوں اور جنگلوں بھگا دیا وہ یہی آتش پرست اور ستارہ پرست لوگ تھے۔ جن کو آجکل آریہ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ہندوستان ایران کا ایک صوبہ تھا اور براہ راست ایران سے صوبہ دار اور وائسرائے مقرر ہو کر یہاں آیا کرتے تھے۔ مرور ایام اور قسم قسم کے انقلابوں کے باعث ہندوستان ایران سے بے تعلق اور خود مختار ہوگیا اور ایران کے آتش پرست ہندوستان کے لالہ بھائیوں کی صورت میں تبدیل ہو کر کچھ سے

حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

سورۃ البقرۃ

(پارہ دوم)

بقیہ رکوع ۱۵

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

ونحن احق بالملک منہ ۔ یہ بہت سوچنے کی بات ہے کہ خدا کے انتخاب پر آدم سے لیکر آج تک اعتراض ہوتا چلا آیا ہے۔ پہلے آدم پر اعتراض کیا گیا پھر داؤد کو ذکر کہ دشمن قلعے کی دیواریں پھاند کر چڑھ آئے۔ مگر خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض۔

ہماری سرکار پر بھی اعتراض ہوا کہ قرآن کیوں نہ رجل من القریتین عظیم پر کیوں نہ اترا۔

پھر ہمارے امام پر بھی کم اعتراض نہ ہوئے لوگ کہتے رہے کہ الائمۃ من قریش۔ امامت بنو فاطمہ کا حق ہے۔ مغلوں کو کیوں دی۔ ایک شخص نے مجھے کہا پنجاب کے ایک کوردہ کا رہنے والا ہے۔ کم از کم عربی کا تو ہوتا۔

جواب دیتا ہے کہ۔ زادہ بسطۃ فی العلم والجسم

یہ علم و قوت میں تم سے بڑھ کر ہے۔ اس کو نہیں مانتے تو کم از کم یہ خیال تو کرو کہ اللہ تم سے وسیع علم والا ہے۔ اور یہ اس کا انتخاب ہے۔ وہ مالک ہے جسے چاہے سلطنت دے پھر ایک اور نشان بتایا کہ " ان یاتیکم التابوت " تمہیں ایسے دل (قلب) عطا ہونگے کہ ان میں تسلی ہوگی۔ یعنے اس کے زمانے میں لوگوں کے قلوب میں ایک خاص سکینت و اطمینان نازل ہوگا اور یہ

بقیۃ مما ترک آل موسیٰ وآل ھارون اور یہ وہی قوت قدسیہ کا اثر ہے جو موسےٰ و ہارون کی اولاد میں ورثہ بہ ورثہ چلا آیا ہے کہ لوگ ان کے ساتھ آرام پاتے اور ان کے ساتھ وابستہ ہو جاتے ہیں اور خود بخود لوگوں کے دل ان کی طرف رجوع کرتے ہیں انہیں ایک خاص جذب دیا جاتا ہے ان کی تقریر میں ایک خاص اثر ہوتا ہے۔ جب وہ کسی امر میں فیصلہ دیتے ہیں تو دشمن بھی اس وقت مان جاتے ہیں۔

تحملہ الملائکۃ ۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ دلوں کا اٹھانا فرشتوں کا کام ہے

۱۳۔ مارچ ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۶)

جہاد کی کامیابی اس بات پر منحصر ہے۔ کہ فی سبیل اللہ ہو اور سپاہی اپنے افسروں کی فرمانبرداری کریں۔ حدیثوں میں آیا ہے کہ بعض موقعہ پر امتحان لینا منع ہے۔ لیکن اسبات کی مثالیں بھی موجود ہیں کہ بعض موقعوں پر امتحان سے لینا چاہیئے۔ یہاں اس صورت آخرہ کی مثال اس آیت میں ہے جس پر آج کا درس ہے۔

فلما فصل ۔ شہر سے جدا ہو۔ ...

ان اللہ مبتلیکم ۔ ابتلاء کہتے ہیں اس امر کو جس کے ذریعے فرمانبردار اور نافرمانبردار کچے اور پکے میں امتیاز ہو جاوے۔ جب طالوت ایک فوج لے کر چلے۔ تو کئی تماش بین بھی ساتھ ہو لئے اس لئے آپ نے ایک امتحان میں ڈالا تا جو حقیقی فرمانبردار ہیں وہ میرے ساتھ رہیں۔

نھر ۔ اس کے دو معنے ہیں ایک تو نہر ۔ دوم ۔ آرام و آسائش ۔ چنانچہ ان المتقین فی جنٰت ونھر میں نہر کے معنے آسائش کے ہیں۔ نہر کے معنے ہوں تو کیا متقی نہر میں ڈوبے رہیں گے۔

فمن شرب منہ فلیس منی ۔ اس جگہ میں نے بہت تہا یس جب نہر کے معنے آسائش کے ہوں تو اس سے مراد شہوات کا ... ہے۔

الا قلیلا منھم ۔ ایک علم ہوتا ہے ایک عمل ۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ ۔

لیس الخبر کالمعاینۃ ۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یوسف کے معاملہ میں (جب ان کے پاس چوبدار آیا کہ بادشاہ تمہیں بلاتا ہے اور وہ نہ گئے) فرمایا کہ اگر میں ہوتا تو چلا جاتا ۔ مگر خود جب مسجد سے قریب اپنی ایک بیوی کے ساتھ کھڑے تھے اور پاس سے کچھ آدمی گذرے تو آپ نے انہیں روک لیا اور کہا دیکھو یہ میری بیوی صفیہ ہے۔

یظنون ۔ یقین کرتے ہیں۔

صبرا ۔ یہاں صبر کے معنے استقلال کے ہیں۔ حدیث میں صبر کی دعا منع ہے کیونکہ جو صبر مانگتا ہے بلا مانگتا ہے۔ ہاں عزم کے وقت استقلال کی دعا منع نہیں۔

قتل داؤد جالوت ۔ یہ ایک مقام ہے۔ جس پر بعض نادانوں کو تاریخی طور پر اعتراض کرنے کا موقعہ ملا ہے۔

پہلا اعتراض یہ ہے کہ جس ندی پر آزمائش ہوئی تھی وہ جدعون کے زمانے کی بات ہے۔ جہاں داؤد و جالوت کی لڑائی کا ذکر ہے وہاں ندی کا ذکر نہیں بلکہ جدعون اور طالوت میں ۔ ۲۵۰ اسال کا فرق ہے۔ دوسرا اعتراض تابوت سکینہ کے متعلق ہے کہ داؤد اور جالوت کی لڑائی سے بیس سال پہلے عمالیق لوگ صندوق لے گئے تھے۔ انہیں مری پڑ گئی تو ان کو وہم ہو گیا کہ یہ نحوست اسی صندوق کی نحوست ہے اس لئے انہوں نے اس صندوق کو ایک چھکڑے پر لاد کر بیلوں کو ہانک دیا۔ ساؤل ایک شخص تھا اس کی زمین پر یہ چھکڑا جا ٹھہرے۔ کہتے ہیں یہ بیس برس پہلے کی بات ہے۔

تیسرا اعتراض ۔ کوئی ندی وہاں نہ تھی ۔ جہاں داؤد و جالوت کی لڑائی ہوئی تھی۔

ان تینوں اعتراضوں کے جواب میں یہ کہتا ہوں ۔ کہ ہم نہر کے معنے آرام و آسائش کے کرتے ہیں ... ندی کے موجود نہ ہونے کا اعتراض ہوا۔ دوم ۔ یہ کہ یہ باتیں تم نے سموئیل کی کتاب باب ۱۷ سے لی ہیں۔ اسی سموئیل

نظر آنے لگے۔ ایران کے آتش پرستوں اور بت پرستوں کے ہندوستان میں آنے نے حکومت کرنے اور اپنا دین پھیلانے کا ثبوت یہ ہے کہ ہندوستان میں جو ہیکل کدۂ کیوان بنایا گیا تھا اس کا نام وزکیوان رکھا گیا تھا۔ وزکیوان کو بگاڑ کر اب دوارکا بنا لیا گیا ہے۔ اسی طرح دوسرا ہیکل کدۂ کیوان کا نام گاہ کیوان رکھا گیا تھا جس کو بگاڑ کر ہندیوں نے گیا بنا لیا۔ تیسرا ہیکل کیوان متھرا تھا اس کو بگاڑ کر متھرا بنا دیا ہے۔ ہندوؤں کے بڑے بڑے دیوہرے قائم کئے گئے ہیں۔ یہ دراصل ایرانیوں یعنے آتش پرستوں کے معبد تھے۔ ہندوؤں اور آتش پرستوں کی تقسیم مندروں کی تقسیم سے زیادہ واضح ہے۔ بیاس جی جو دیدوں کا مصنف ہے وہ خورشید اور آذر وغیرہ میں گیا اور اس نے وہاں سے علوم حاصل کر کے ہندوستان میں واپس آکر دیدوں کو ترتیب دیا۔ آتش پرستوں نے اپنی سلطنت کو سات صوبوں میں تقسیم کیا تھا۔ ان سات صوبوں میں سے ایک صوبہ ہندوستان بھی تھا۔ ہر ایک صوبہ کو ایک ایک ستارے کے ساتھ نامزد کیا تھا۔ اور اسی ستارے کے بت خانے اس صوبے میں بنائے تھے مثلاً ملک چین مشتری کے ساتھ مخصوص تھا اور ملک ہندوستان کو زحل کے ساتھ مخصوص کیا تھا اور اسی وجہ سے زحل کے معبد اکثر یہاں بنائے گئے تھے۔ آج تک بھی لوگ ہندوستان کو زحل کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں۔

یہ ایک آتش پرست کی پرانی تاریخ سے اقتباس کیا گیا۔

باقی پھر انشاء اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میرا سفر

(محمود کی کہانی ۔ محمود کی زبانی)

خدا تعالےٰ نے انسان پر حجت قائم کرنے کے لئے ذرہ ذرہ میں ایک خاص شان رکھی ہے۔ ایک ایک نکتہ خدا تعالےٰ کی ہستی پر دلالت کر رہا ہے اور ایک ایک شوشہ اس کی طرف بلا رہا ہے سورج روشن ہے اور اس کی روشنی سے ہر آن میں ایک نہیں دو نہیں لاکھوں فائدے دنیا کو پہونچ رہے ہیں اور پھر ان فائدوں سے ایک دو آدمی ہی متمتع نہیں ہوتے۔ بلکہ بیشمار مخلوقات فائدہ اُٹھا رہی ہے۔ اگر انسان ایک بڑے مکان میں بیٹھا ہوا اس کے فوائد سے حصہ لے رہا ہے تو جانور اپنے گھونسلے میں اس انسان سے کچھ کم حصہ نہیں لیتا اور چمگادڑ جو سورج کے آگے اپنی آنکھیں نہیں کر سکتی اور روشنی کو دیکھ ہی نہیں سکتی۔ وہ گو کہ ظاہر میں اس سے دور ہے لیکن چشم بصیرت رکھنے والے انسان جانتے ہیں کہ اس اندھیرے میں بھی سورج کی روشنی اور تپش اسے فائدہ پہونچا رہی ہے اور اس کی زندگی پر ایک بہت بڑا اثر کر رہی ہے۔ غرض یہ تو ایک بہت موٹی مثال ہے جس سے ہر ایک انسان نصیحت حاصل کر سکتا ہے ورنہ جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔ ذرہ ذرہ میں خاص خاص حکمتیں مخفی ہیں جو کہ انسان کو خدا کی طرف رہنمائی کرتی ہیں اسی سے قرآن شریف میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ قل سیروا فی الارض یعنی کیونکہ انسان جس قدر پھرے گا اور مختلف ممالک کی سیر کرے گا اور حکمت اشیاء پر غور کرے گا اسی قدر اسے معرفت اور نیکی کی توفیق ملے گی ہاں شرط یہ ہے کہ کوئی انسان اس سے فائدہ اُٹھائے ورنہ چمگادڑ بھی سورج کی برداشت نہیں کر سکتیں اور کمزور معدہ شیرینی سے بجائے فائدہ کے نقصان اُٹھاتا ہے پس اگر انسان کی طبیعت خود بدی کی طرف جاتی ہے تو وہی چیزیں جو اُسے خدا کی طرف رہنمائی کرتی ہیں اسے شیطان کے پنجہ میں پھنسا دیتی ہیں اس لئے حکم ہے کہ ہر ایک کام کو سوچ کر اور غور کر کے کرنا چاہیئے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ انسان ثواب حاصل کرتے ہوئے اُلٹا عذاب میں ہی مبتلا ہو جاوے اپنے کھانے سے اپنے پینے سے اپنے چلنے پھرنے سے غرض ہر ایک بات سے نصیحت حاصل کرو تاکہ نفس کے خفیہ حملوں سے محفوظ رہو اور یہ بات صرف کہنے کی ہی نہیں بلکہ اس میں خود میرا ذاتی تجربہ ہے اور میں نے اس سے فائدہ اُٹھایا ہے اور خدا کے فضل سے ہر روز فائدہ اُٹھاتا ہوں۔ ابھی پچھلے دنوں میں مجھے ایک سفر کرنا پڑا ہے جس سے مجھے اس قدر فائدہ ہوا کہ میں بیان بھی نہیں کر سکتا۔ بعض ایسی چیزیں میرے سامنے آئیں کہ ان میں میں نے خود خدا کو دیکھا بعض ایسے وجود میں نے دیکھے ہیں کہ وہ خود خدا کا ثبوت تھے۔ اور خدا کی ہستی کو ثابت کر رہے تھے۔ غرض کہ بے شمار فوائد ہیں کہ اگر ایک ایک کو لکھنے بیٹھوں تو شائد دفتروں کے دفتر لکھنے پڑیں لیکن باوجود اس کے میں چاہتا ہوں کہ اپنے سفر کا ایک مختصر حال لکھوں شائد کوئی سعید روح اس سے فائدہ اُٹھائے اور میں بھی ثواب کا مستحق ٹھیروں۔ اتفاقات کی بات ہے کہ بعض دنوں میں تو کئی کئی مہینہ تک باہر نکلنا مشکل ہوتا ہے اور بعض دنوں میں خدا کی قدرت ایسے سامان مہیا کرتی ہے کہ مجبوراً مختلف جگہوں میں یکے بعد دیگرے پھرنا پڑتا ہے لاہور میں بارہ وفات کا جلسہ تھا مکرمی خواجہ کمال الدین صاحب نے مجھے اس موقعہ پر آنے کے لئے فرمایا اور حضرت خلیفۃ المسیح سے بھی اجازت طلب کی اور آپ کی اجازت پر میرا ارادہ ہوا کہ دو یا تین اپریل کو یہاں سے روانہ لاہور ہوں گا۔ اتنے میں والدہ ماجدہ کا ارادہ دہلی جانے کا ہوا اور دہلی سے میر قاسم علی صاحب نے خط لکھا کہ میں بھی وہاں جاؤں اور یہ بات اس کی محرک ہوئی کہ میں دو یا تین اپریل سے پہلے ہی بجائے لاہور غالباً اٹھائیس تاریخ کو وہاں سے روانہ ہوا چونکہ والدہ صاحبہ حضرت ام المومنین سے کپورتھلہ میں ٹھیرنا تھا اس لئے میں بھی سیدھا کپورتھلہ ساتھ گیا اور وہاں سے پھر آگے جانے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اسی دن شام کو چار بجے کے قریب ہم کپورتھلہ پہونچے۔ یہ وہ جگہ ہے کہ جہاں حضرت اقدس مسیح موعود کا بھی کچھ مدت قیام رہا ہے۔ خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ خاص خاص جگہوں میں خاص خاص خصوصیتیں ہوتی ہیں۔ کپورتھلہ کی مٹی میں خدا تعالےٰ نے وہ اثر رکھا ہے کہ جس قدر لوگ یہاں سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے ہیں۔ کسی دلیل کسی معجزہ کسی نشان کی وجہ سے نہیں ہوئے ورنہ کسی کشف و کرامت کی ضرورت ہے کہ ان کے ایمان کو قائم رکھے۔ رہنے سے تیرا ابتلا رہو اور کیسا ہی سخت امتحان ہو ان لوگوں پر خدا کا کچھ ایسا فضل ہے کہ ان کا پائے ثبات ذرہ بھی لغزش نہیں کھاتا۔ اور اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے حضرت مسیح موعود کی معجزانہ زندگی کو دیکھ کر آپ کی بیعت کی ہے نہیں کی۔ بلکہ عشق پیدا کیا ہے اور یہاں تک ترقی کی ہے کہ لیلیٰ مجنون والا معاملہ ہو گیا ہے ان لوگوں نے اس خدا کے مرسل کی زندگی کو دیکھ لیا ہے۔ کہ وہ کیسی پاک اور صاف تھی اور مشاہدہ کر لیا ہے کہ وہ گناہوں سے کیسا پاک تھا پس اب جو کچھ ہو۔ کوئی بات ان کے ایمان کے خلاف نہیں ہوتی۔ اور ان کے ہاتھ میں وہ دلیل آگئی ہے کہ اسے کوئی توڑ ہی نہیں سکتا اور وہ یہ کہ کیا ایسا راستباز آدمی خدا پر جھوٹ بول سکتا ہے اور یہ ایک ایسی پکی بات ہے کہ اس کا توڑنا ہر انسان کی طاقت سے باہر ہے قرآن شریف نے بھی یہ ایت نیکم عمراً کے ایک چھوٹے سے جملہ سے آنحضرتؐ کی سچائی کا نقشہ کھینچ دیا ہے وہی محبت اور اخلاص کا رنگ اس جماعت نے بھی اپنے دل پر کھینچا ہے۔ چنانچہ اس جماعت کے ایک بزرگ کی نسبت حضرت صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ مجھے یہ تو خطرہ نہیں کہ انہیں کبھی میری وجہ سے کوئی ابتلاء آئے گا۔ ہاں یہ ڈر ہے کہ محبت کے جوش میں حد سے نہ بڑھ جاویں چنانچہ ان کا بھی اخلاص اور محبت ہی حضرت صاحب کو وہاں کھینچ کر لے گیا اور یہی ہمیں بھی وہاں لے گیا ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس شخص سے محبت ہے اس کے متعلقین سے بھی قدرتاً محبت ہوتی ہے اسی لئے سچی دوستی کی نشانی یہی کہی گئی ہے کہ ایک دوست دوسرے دوست کے مال و جان اور عزیز و اقارب کا اسی طرح محافظ ہو اور چاہنے والا ہو جیسے کہ وہ اپنے مال و جان کی حفاظت کرتا اور اپنے عزیز و اقارب کو چاہتا ہے۔ پس وہ شخص جس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر یہ اقرار کیا ہو کہ ہم تجھ سے تمام دنیا کے رشتوں اور دوستیوں سے بڑھ کر سلوک کریں گے۔ اس کی ہر ایک چیز کیوں پیاری نہ ہو۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ اس جماعت کو ہم سے ایک خاص

محبت اور اخلاص سے بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ محض اخلاص ہی اخلاص ہے اور نفسانی خواہشیں ان میں بالکل نہیں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت صاحب نے ایک موقعہ پر ان کو لکھا۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ لوگ قیامت کو بھی میرے ساتھ ہوں گے۔ کیونکہ دنیا میں بھی آپ نے میرا ساتھ دیا ہے۔ یہاں میں نے کامل ایمان کے کئی نمونہ دیکھے اور سنے۔ لیکن ایک بات نے تو مجھ پر وہ اثر کیا۔ کہ میری روح تو قول ہی یاد آگیا اور اگرچہ اس کا لکھنا شاید لوگوں کے لئے مفید ثابت نہ ہو لیکن بعض باذاق لوگوں کے لئے جن کو خاص ذوقی بات تمام دلائل سے زیادہ فائدہ مند ہوتی ہے۔ شاید مفید ثابت ہو۔ منشی محمد اروڑا صاحب جو حضرت صاحب کے نہائت پرانے مریدین سے ہیں اور حضرت اقدسؑ سے خاص محبت جو شاید دوسری جگہ بہت کم ملے رکھتے ہیں۔ انہوں نے سنایا کہ ایک دفعہ حضرت اقدسؑ نے مجھ سے پوچھا کہ سب لوگ دعا کے لئے کہتے ہیں اور آپ بالکل نہیں کہتے اس کی کیا وجہ ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ مجھے کہنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ میں آپ خدا تعالیٰ سے مانگ لیتا ہوں اور اس وقت آپ پر اس کے احسانات اور کرم میں ان کو زیر نظر رکھ لیتا ہوں اور وہ کام خود بخود ہو جاتا ہے۔ مجھ کو اس سے ایک تو ان کے ایمان پر خیال گیا کہ کیا ایمان ہے اور خدا تعالیٰ کے رحموں پر کس قدر بھروسہ ہے اور دوسرے خود حضرت اقدس کی سچائی پر کیا ایمان ہے اور دوسری طرف میرا خیال حضرت ابراہیم کی طرف گیا۔ چونکہ وہ ایک عظیم الشان نبی تھے اس لئے انہوں نے بھی ایمان کا اس قسم کا ایک نمونہ دکھایا ہے جو کہ ان کی طہارت نفس کی وجہ سے بہت ارفع ہے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت جبرائیل آپ کے پاس آئے اور کہا کہ کچھ خواہش ہو تو فرمائیے۔ آپ نے نہائت بے توجہی سے جواب دیا کہ مجھے نہیں میری تم سے کچھ غرض نہیں انہوں نے دوبارہ کہا کہ خدا تعالیٰ سے کچھ پیغام ہے انھوں نے جواب دیا کہ مجھے کوئی واسطہ پسند نہیں انہوں نے سہ بارہ کہا کہ اچھا تو دعا کیجئے آپ نے جواب دیا کہ وہ آپ نہیں دیکھتا۔ جو میں اسے سناؤں کہ میرا کیا حال ہے۔ سبحان اللہ کیسا ایمان ہے اور کیسا غنا ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ وابراہیم الذی وفّیٰ میں جہاں حضرت ابراہیم کا کچھ ذکر آئے وہیں قرآن شریف کی عبارت محبت سے بھری ہوئی معلوم ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ محب اپنے محبوب کا ذکر کر رہا ہے خیر بات لمبی ہوتی ہے اس لئے میں اور زیادہ واقعات نہیں لکھتا۔ کیونکہ اور بہت کچھ سنانا ہے یہاں کی بعض قابل دید عمارات بھی دیکھیں اور ایک چھوٹی سی ندی جو نظارہ قدرت کو عجب طرح خوبصورت کرکے دکھاتی ہے وہ بھی دیکھی۔ یہاں کے راجہ صاحب کو سیر و سیاحت کا بہت شوق ہے اور وہ جس ملک میں جاتے ہیں وہاں کی کچھ چیزیں لا کر اپنے ہاں رکھتے ہیں۔ اگر وہ اس سے ایک ناصح کا کام لیویں۔ تو میرے خیال میں کئی واعظ وہ کام نہیں کر سکتے جو وہ بے جان چیزیں کر سکتی ہیں۔ یہاں بعض غیر احمدی صاحبان بھی ملاقات کو آئے۔ جن میں سے ایک صاحب اہل ہنود میں کر تھے جو وہاں مختاری کا کام کرتے ہیں اور انہوں نے لیکچر کے لئے کہا لیکن چونکہ میں نے دوسرے ہی دن لاہور جانا تھا اس لئے زیادہ ٹھہرنا مشکل تھا۔ دوسرے دن میں لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ اور والدہ صاحبہ دہلی کی طرف۔ دو تاریخ کو میں لاہور پہونچا اور برادرم مکرم ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان پر ٹھہرا۔ تیسرے دن یعنے چار تاریخ کو لیکچر شروع ہوئے۔ لاہور کے بہت سے معززین جلسہ میں آئے تھے جس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ اندر ہی اندر لوگوں کے دلوں کو اس طرف پھیر رہا ہے ورنہ ایک دن وہ تھا کہ خود حضرت اقدس کی تحریر سے لوگ بھاگتے تھے اور آج آپ کے خدام کی باتوں کو غور سے سنتے ہیں یہی وہ لاہور ہے کہ جہاں آپ کی وفات کے وقت دشمنوں نے وہ شور مچایا کہ الامان! نعوذ باللہ آپ کا جھوٹا جنازہ نکالا گیا اور اس کی ہتک کی گئی لیکن شہر کے رؤساء میں سے ایک کا دل بھی اس طرف متوجہ نہ ہوا کہ یہ بات شرافت سے کہاں تک بعید ہے بلکہ بعض مولوی اور رئیس تو خوش ہو رہے تھے کہ بدمعاش آدمی وہاں جاکر ایسی حرکتیں کریں چونکہ حضرت اقدس کی تعلیم تھی وہ بدلی نہیں اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی جو کچھ آپ نے فرمایا۔ ہمارا ایمان ہے کہ وہ خدا اور رسول کے حکم کے مطابق فرمایا اور اس لئے آپ کی تعلیم کا ایک ایک شوشہ قائم ہے ہم وہی ہیں جو پہلے تھے۔ لیکن خدا کا زبردست ہاتھ دنیا کو اپنے سلسلہ کی طرف کھینچ رہا ہے وہی لوگ ہیں وہی تعلیم ہے وہی خیالات ہیں، وہی عمل ہیں ہاں اگر فرق ہے تو یہ کہ وہ محسود وجود نہیں رہا۔ اے اندھی دنیا! تو خدا کے برگزیدہ کا مقابلہ کرکے اور ان سے حسد کرکے کیوں ہلاکت کے گڑھے میں پڑتی ہے۔ ہائے بدنصیبی اور بدبختی ہی افسوس۔ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ شہر کے بہت سے لوگ اس موقعہ پر آئے تھے اور ان میں سے بعض اس سلسلہ کے سخت معاندین میں سے تھے۔ لیکن عام طور پر سب پر اثر نیک ہوا اور سب نے معلوم کر لیا کہ اگر اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کرنے والا کوئی گروہ ہے تو وہ یہی فرقہ ہے اس دن کی کارروائی نہائت عمدگی سے ختم ہوئی۔ دوسرے دن بھی اچھی رونق تھی۔ میرا لیکچر بارہ وفات پر تھا جو کہ انشاء اللہ تعالیٰ رسالہ تشحیذ الاذہان میں چھپ کر شائع ہو جاویگا اس جگہ پر اس کے لکھنے کی ضرورت نہیں اس دن بھی لوگوں پر بہت نیک اثر ہوا اور ان کے دلوں سے وہ وحشت جو ہم سے رکھتے تھے کچھ دور ہوئی۔ جلسہ کے ختم ہونے کے تھوڑی ہی دیر بعد میں دہلی کو روانہ ہوا اور صبح آٹھ بجے کے قریب وہاں پہونچ گیا۔ یہی وہ شہر ہے کہ جس سے حضرت اقدس کی مخالفت نے اول ہی اول خطرناک صورت اختیار کی اور جہاں کے مشہور مولوی نذیر حسین کے فتویٰ نے مسلمانوں میں مخالفت کا ایک عام جوش بھڑکا دیا۔ مگر باوجود اس کے حضرت اقدس کو اس شہر سے ایک خاص انس رہا ہے آپ بارہا فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں دعا کرتا ہوں۔ کہ دہلی کے وفات یافتہ بزرگوں کی روحیں ایک دن ضرور جوش میں آئینگی اور ان کی توجہ سے یہ لوگ ہدایت پائیں گے۔ آپ فرماتے تھے کہ وہ شہر جہاں اس قدر اولیاء اللہ بزرگ دفن ہیں کہ جن کی تعداد زندوں سے بڑھ گئی ہے کیا اس کے باشندوں کو خدا ہدایت کے بغیر چھوڑ دیگا غرض ایسے شہر میں آنا میرے لئے ایک عجیب بات تھی اور کئی کیفیتیں پیدا کر رہی تھی۔ میں اس شہر میں جاتا ہوں جس کے لوگوں نے سب شہروں سے زیادہ حضرت اقدس کا مقابلہ کیا جس میں سوائے ایک دو آدمیوں کے کسی نے آپ کی سچائی کو قبول نہ کیا جس کے باشندوں نے آپ کے قتل کرنے کی ٹھانی جنہوں نے آپ کو کافر قرار دینے میں سب سے پیش قدمی کی اور پھر باوجود اس کے جس شہر سے حضرت مسیح موعود کو محبت تھی جس کی نسبت میں آپ کا فیصلہ ایک مدت پہلے سے آپ کی زبان سے سن چکا تھا۔ میرے سامنے ایک طرف تو قبروں کا وہ سلسلہ تھا کہ جس میں بڑے بڑے اولیاء مدفون تھے اور بڑے بڑے اقطاب و غوث امن کی نیند سو رہے تھے۔ اور دوسری طرف وہ لوگ نظر آتے تھے کہ جن کو خدا اور رسول سے کچھ تعلق ہی نہیں اور جو ہر وقت دنیا کے دھندوں میں پھنسے ہوئے دکھ اور تکلیفیں اٹھا رہے ہیں ایک طرف تو مجھے وہ لوگ نظر آتے تھے جو قبروں میں پوشیدہ ہیں اور مرنے کے بعد زندہ ہیں اور ایک طرف وہ لوگ جو باوجود آنکھیں کھلی ہونے کے بے ہوش اور باوجود زندہ ہونے کے مردہ تھے۔ ایک طرف تو وہ گروہ تھا۔ جنھوں نے اپنی زندگی ہی میں اپنے آپ کو مار لیا مگر اوروں کو زندہ کر دیا۔ مگر دوسری طرف وہ جماعت تھی۔ کہ جنہوں نے باوجود مردہ ہونے کے اپنے آپ کو زندہ سمجھا اور اپنے فائدہ کی خاطر اور لوگوں کو بھی ہلاک کیا۔ غرض کہ دہلی کا ایک ایک آدمی اور ایک ایک مکان اور ایک ایک گلی اور ایک ایک مقبرہ اور ایک ایک خانقاہ اور ایک ایک مسجد الگ شان خدا نمائی رکھتی تھی جو میرے دل پر اثر کئے بغیر نہیں رہتی تھی غرض بہت سی مختلف کیفیتیں میرے دل میں پیدا ہوتیں۔ میرے وہاں پہونچنے پر معلوم ہوا کہ میر قاسم علی صاحب نے جو ایک پُر جوش اور مخلص احمدی ہیں۔ دہلی میں میرا کوئی لیکچر کروانے کی بھی تجویز کی ہوئی ہے۔ چونکہ میں نے وہاں صرف ایک دو دن ہی ٹھیرنا تھا اس لئے ہفتہ کی رات کو لیکچر قرار دیا۔ اور مضمون "اسلام اور آریہ مذہب" قرار پایا۔ جمعرات کو ہم سب لوگ نظام الدین اولیاء، ہمایون بادشاہ منصور اور خواجہ قطب الدین صاحب کے مقابر دیکھنے کے لئے روانہ ہوئے راستے میں پہلے تو وہ قلعہ دیکھا۔ کہ جہاں لودھی خاندان کے بادشاہ رہا کرتے تھے اور جہاں ہمایون بادشاہ نے بھی اپنی جائے رہائش بنائی تھی۔ یہ قلعہ بذات خود ایک عبرت کا مقام ہے بلکہ نہائت ہی عبرت کا مقام ہے۔ کیونکہ یا تو کسی وقت اسکی وہ

شان وشوکت تھی۔ کہ ہندوستان کے عظیم الشان بادشاہ اس میں رہتے تھے اور یہ ان کا عشرتکدہ تھا۔ لیکن آج یہ حالت ہے کہ وہ فصیل جو سخت خطرناک اور طاقتور دشمنوں کی روک تھام کے لئے بنائی گئی تھی اب نہائت شکستہ حالت میں ہے۔ پتھر گرے ہوئے ہیں کہیں تو بہت بگڑی ہوئی ہے اور کہیں ذرا اچھی حالت میں ہے لیکن پھر بھی اتنا ضرور ہے کہ دیوار کی چوڑائی نصف سے بھی کم رہ گئی ہے۔ کیونکہ بہت کثرت کے ساتھ پتھر گر گئے ہیں۔ خیر یہ تو باہر کی حالت ہوئی اندر کا نظارہ اس سے بھی زیادہ عبرتناک ہے۔ یہی وہ قلعہ جہاں وہ لوگ رہتے تھے کہ جن کے آگے بڑے بڑے بادشاہوں کے سر جھکتے تھے اس میں اب گوبر لگا رہتے ہیں کوئی زمانہ ایسا ہوگا کہ اس قلعہ کی صفائی کا ایسا خیال رکھا جاتا ہوگا۔ کہ ایک تنکا تک نظر نہ آتا ہوگا۔ مگر آج تو یہ حالت ہے۔ کہ جا بجا گوبر کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ اور جگہ جگہ پر مویشی بندھے ہوئے ہیں۔ سوائے چند تاریخی عمارات کے سب عمارتیں مسمار ہیں اور ان کے ملبے سے ان گوجروں نے اپنے رہائشی مکان بنائے ہیں۔ سبحان اللہ! وہی ملبہ جس کے اٹھانے کے لئے انہی لوگوں کے باپ دادا ہزار کوشش کرتے ہوں گے اور شاہی مزدوروں میں داخل ہونا چاہتے ہوں گے۔ آج یہ لوگ اس کے مالک بن رہے ہیں اور وہ سب جگہ جس میں داخل ہونے کے لئے بڑے بڑے راجوں مہاراجوں کو سینکڑوں وزیروں امیروں کی منت سماجت کرنی پڑتی ہوگی آج اس جگہ پر گویا ان گوجروں کا قبضہ ہے۔ قلعہ میں ایک عالی شان مسجد بھی ہے جس کے صحن میں ایک حوض بنا ہوا ہے مگر بالکل خشک رہتا ہے۔ مسجد تمام اعلیٰ قسم کے سنگ سرخ کی ہے اور جگہ جگہ اعلیٰ قسم کے نقوش ہو رہے ہیں اس کے علاوہ اس قلعہ میں وہ برج بھی محفوظ ہے کہ جس پر سے ہمایوں بادشاہ گرا تھا یہ ایک چھوٹا سا گول سا برج ہے [illegible] گردش دیکھنے کے لئے بنایا گیا تھا۔ یہ بھی سنگ سرخ کا ہے۔ [illegible] ہی کا زینہ ہے اور جس زینہ پر سے ہمایوں کا پاؤں پھسلا تھا وہاں [illegible] سیڑھی کاٹ کر نشان بنایا ہوا ہے۔ یہ ایسا خطرناک ہے [illegible] خوف ہے۔ اگر کسی وقت کسی ناواقف [illegible] کے ساتھ وہاں ہمایوں سا ہی واقعہ پیش نہ آ سکے۔ خیر ان چیزوں کو دیکھتے ہوئے اور خدا کی قدرت پر تعجب کرتے ہوئے ہم [illegible] روانہ ہوئے۔ تھوڑے ہی فاصلہ پر ہمایوں بادشاہ کا مقبرہ تھا جو نہایت خوبصورت بنا ہوا ہے اور پرانے بادشاہوں کی شان و شوکت پر دلیل ہے اس کو دیکھ کر آگے چلے اب جس چیز کے دیکھنے کا ارادہ تھا۔ یہ کوئی دنیاوی بادشاہ کا مقبرہ نہ تھا اور نہ ہی کوئی شاہی عمارت تھی نہ کوئی پرانا قلعہ تھا۔ بلکہ یہ ایک نہائت برگزیدہ انسان کا مزار تھا جس نے اپنے زہد اپنے تقویٰ اپنی پرہیزگاری اور اپنے اخلاص اور محبت الٰہی کی وجہ سے محبوب الٰہی کا لقب حاصل کیا تھا اس میں کچھ شک نہیں کہ آپ فوت ہو گئے لیکن اسمیں بھی کوئی کلام نہیں۔ کہ آپ لاکھوں نہیں کروڑوں زندوں سے بڑھ کے زندہ ہیں آپنے قرب الٰہی سے وہ درجہ حاصل کیا کہ خدا نے آپکے لئے موت حرام کر دی۔ میرا مطلب ان بزرگ سے حضرت نظام الدین اولیاء سے ہے۔ والد صاحب حضرت مسیح موعود کو بھی آپ سے ایک خاص انس تھا بلکہ آپ ان کے حجرہ میں بھی تشریف لے گئے تھے اور وہاں دعا بھی مانگی تھی۔ غرض آپ کے مقبرے کی سیر کرتے ہوئے دل میں بار بار جوش آتا تھا کہ ایک تو وہ بادشاہ ہے کہ جس کے آگے شاہان زمان کے سر جھکتے تھے۔ اور ان کی قبر کو کیسی عالی شان عمارت سے سجایا ہے مگر ویران اور ایک یہ فقیر ولی اللہ ہیں۔ کہ گو بادشاہ ہمایوں سے بھی پہلے گزرے ہیں لیکن اب تک ان کے مقبرہ پر وہ رونق ہے۔ کہ ایک گاؤں کا گاؤں بسا ہوا ہے۔ خواہ کم فہم لوگ آپ کی قبر کی زیارت کو کسی غرض کے لئے ہی آئیں لیکن وہ جو دعائیں مانگ جاتے ہیں اس کا ثواب تو بہر حال آپ کو مل ہی رہتا ہوگا اس جگہ مشہور شاعر خسرو کے مزار کو بھی دیکھا۔ یہ بھی حضرت نظام الدین صاحب کے خلفاء میں سے تھے ایک اور چیز جو یہاں عجیب دیکھی وہ دنیا طلبی کا ایک نقشہ تھا یعنے یہاں ایک باولی ہے جس کے ایک طرف ایک دیوار چلی جاتی ہے جو قریباً پچاس فٹ اونچی ہوگی اتنی بڑی اونچائی پر سے چند لڑکے کچھ پیسے لے کر کودتے ہیں اور ان کا یہی پیشہ ہے انسان کے لئے یہ تدبر کا مقام ہے کہ دو چار پیسوں کے لئے ایک لڑکا پچاس فٹ اونچا جاتا ہے اور پھر زور سے پانی میں کود پڑتا ہے اور پھر اپنے آپکو بچانے کے لئے تیر کر باہر آتا ہے اور یہ سب کچھ کس لئے چند پیسوں کے لئے تو پھر وہ ہزاروں ہزار احسانات جو خدا انسان پر کرتا ہے اور وہ بے شمار انعامات کہ جن کا وعدہ کرتا ہے ان کے بدلہ میں غافل انسان ایک پتہ تک نہیں توڑنا چاہتا۔ افسوس افسوس! دنیا کی کچھ ایسی حالت ہو رہی ہے کہ یوں تو ایک کام کو لوگ تفریحاً روز کرتے رہیں۔ لیکن اگر خدا کی طرف سے حکم آ جاوے کہ یوں ضرور کیا کرو تو بہت سے آدمی فوراً اس کام کو چھوڑ دیں اور سو سو بہانہ بنانے کے لئے تیار ہو جاویں۔ خیر اس جگہ کی سیر کر کے ہم آگے روانہ ہوئے اور منصور کے مقبرہ کی سیر کی۔ یہ مقبرہ نواب منصور علی خان صفدر جنگ کا ہے ایک تو وہ زمانہ تھا۔ کہ مسلمان ہر بات میں کمال رکھتے تھے مگر آج وہ زمانہ ہے کہ جس بات میں دیکھو زوال ہی زوال ہے نہ علوم و فنون کا شوق ہے نہ صنعت و حرفت کا نہ انجینئری میں دخل ہے تو نہ زراعت و باغبانی سے واقفیت ہر بات میں اپنے ہمعصروں سے پیچھے ہی چلے جاتے ہیں اور یہ سب اس کا نتیجہ ہے کہ خدا کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ جس کی وجہ سے خدا انہیں چھوڑ بیٹھا ہے ورنہ اس قدر جلدی اس حالت سے اس حالت تک پہونچنے سے کیا مطلب۔ افسوس کہ اب بھی اس موقعہ کو ہاتھ سے دے رہے ہیں اور وقت سے کچھ فائدہ نہیں اٹھاتے۔ قصہ کوتاہ ہم اس جگہ سے چل کر آگے چلے اب جو جگہ دیکھنے کے قابل آئی تھی وہ قطب مینار تھی جس کے راستہ میں حضرت صاحب کو پچھلی دفعہ نہائت مبارک اور مبشر الہام ہوا۔ یعنے دست تو دعائے تو ترحم از خدا۔ راستہ میں سڑک کے کنارہ پر دو مقبرہ ہیں جن کا نام بیوی باندی کا مقبرہ مشہور ہے جو باندی کا ہے وہ تو بڑا ہے اور جو بیوی کا ہے وہ بہت چھوٹا سا ہے اور اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ایک لونڈی تھی جو اپنی بیوی کو بہت پیاری تھی تو میاں نے بیوی کی خاطر سے اس کا مقبرہ خوب اچھی طرح بنوادیا لیکن جب وہ بیوی مری تو اس کا مقبرہ بہت چھوٹا سا بنوادیا۔ کیونکہ اس سے کچھ محبت نہ تھی بلکہ کسی قسم کا لحاظ تھا جب لحاظ نہ رہا تو اب کسی دکھاوے کی کیا ضرورت رہی۔ یہ واقعہ بھی بڑی عبرت کے قابل ہے۔ والد صاحب حضرت مسیح موعود فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب آپکے والد فوت ہوئے تو آپکے بڑے بھائی کے رعب سے بہت لوگ ان کی وفات پر اظہار افسوس کرنے آئے۔ لیکن جب وہ خود فوت ہوئے۔ تو چونکہ حضرت صاحب کو دنیاداری سے کچھ تعلق نہ تھا اور لوگ آپکا اس قسم کا رعب نہ مانتے تھے کوئی پوچھنے تک بھی نہیں آیا کہ کیا حال ہے اور یہ واقعات ہمارے سامنے روز ہوتے ہیں کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہم روزمرہ دیکھتے ہیں کہ ایک معزز شخص کی زندگی میں تو اگر ان کے نوکر کو بھی پھوڑا پھنسی نکل آوے تو بڑے بڑے معززین دیکھنا اور محبت جتانے کے لئے فوراً آ حاضر ہوتے ہیں کہ سنا ہے کہ آپکے نوکر کو یہ تکلیف ہو گئی ہے۔ ہمیں سنکر بہت صدمہ ہوا بڑا وفادار نوکر ہے اور اس قسم کی سو سو باتیں بناتے ہیں لیکن اگر اس کا سایہ اٹھ جاوے تو اگر اس کا اکلوتا بیٹا بھی دکھ اور مصیبت میں ہو اور تکلیفوں سے اس کی کمر بھی ٹوٹ رہی ہو۔ تب بھی کچھ توجہ نہیں ہوتی یا تو محبت کے دعوے ہوتے ہیں یا ایک ذرا سی مدت میں بات نفرت اور حقارت تک پہونچ جاتی ہے۔ مگر یہ انہی لوگوں کی باتیں ہیں۔ کہ جن کے دل نور ایمان سے خالی ہوتے ہیں اور دنیا طلبی ان کے خمیر میں ہوتی ہے جن کو اس شخص سے محبت نہیں ہوتی بلکہ اس کے جاہ و جلال سے ہوتی ہے۔ ورنہ مجنوں کو تو سگ لیلیٰ تک بھی پیارا تھا۔ تو لیلیٰ کی محبت تو خود سمجھ میں آ سکتی ہے۔ واقعی سچی محبت اور اخلاص تو چہرہ سے پہچانا جاتا ہے۔ دیکھو آنحضرت کی زندگی کیسی پاک تھی حاتم طائی کوئی بزرگ انسان نہ تھا نہ اولیاء ابرار میں سے تھا۔ اس میں ایک نیک صفت سخاوت کی تھی۔ اس کی قوم نے آنحضرت کو بہت تکلیفیں دیں بلکہ بعض تو اس قوم کے آدمی آنحضرت کی وفات تک مسلمان نہیں ہوئے اور حضرت عمر نے جب دمشق فتح کیا ہے تب جا کر مسلمان ہوئے۔ آپ کے پاس حاتم طائی کے قبیلہ کے بہت سے زن و مرد ایک لڑائی کے بعد قید ہو کر آئے آپنے ان لوگوں میں حاتم طائی کی بیٹی کو بھی دیکھا۔ تو فرمایا کہ میں برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ حاتم جیسے آدمی کی بیٹی قید میں ہو اور آپنے حکم دیا کہ اسے فوراً چھوڑ دیا جاوے مگر اس نے انکار کیا اور کہا کہ جب تک میری قوم کے لوگ نہ چھوٹیں۔ میں بھی آزاد ہونا نہیں چاہتی۔ آپنے اس بات پر سب کو چھوڑ دیا۔ یہ کیا تھا وہی محبت تھی۔ جو سخاوت کی وجہ سے